ڈاکٹر سعید احمد

ایک قدیم بیاض کا تعارف: بحوالہ تحقیقی جائزہ غزلیات بہادر شاہ ظفر

This article compares an ancient Dairy of ghazals of the last Mughal emperor Bahadur Shah Zafar with his printed verses. He has mentioned the alterations the dairy have but printed verses don't.

تدوین متن کے لیے بیاضیں نہایت اہم ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ بیاضوں کا کلام عموماً منتخب ہوتا ہے اور بعض اوقات کسی حد تک دیوان سے مختلف بھی۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ شاعر کا دیوان عموماً اس کی زندگی ہی میں مرتب ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے اکثر دیوان کے بعد کا کلام سامنے آنے سے رہ جاتا ہے۔ اس طرح بیاضیں گم شدہ کلام کی نشان دہی کا کام دیتی ہیں کیوں کہ بعد کا کلام ان بیاضوں سے مل جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان قدیم بیاضوں سے تصدیق و تصحیح متن میں مدد ملتی ہے۔

تدوین متن میں بیاضوں کی اہمیت کے حوالے سے ڈاکٹر نذیر احمد لکھتے ہیں:

> ''بیاضوں سے ایک بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ شاعروں کے دور کا تعین ہو جاتا ہے، بعض بیاضیں چند شاعروں کے منتخب کلام کا مجموعہ ہوتی ہیں ایسی بیاضیں اصل متون کا کام دیتی ہیں۔''(۱)

بیاضوں کی اسی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے آیئے ایک قدیم بیاض کا جائزہ لیتے ہیں۔ یہ بیاض استاد مکرم ڈاکٹر گوہر نوشاہی کے ذخیرہ مخطوطات میں شامل تھی اور انھی کی عنایت بے نہایت سے مجھے حاصل ہوئی۔

بیاض مذکورہ کا تعلق تیرھویں صدی ہجری سے ہے۔ صفحہ 103 الف پر بیاض کے مالک کا نام حاجی عبداللہ بن حاجی ابراہیم اور تاریخ ۱۱ شوال المکرّم ۱۲۷۷ھ درج ہے۔ لیکن بیاض کے صفحہ 01 ب پر دو مزید ناموں کی مہریں بھی موجود ہیں۔ ان میں سے ایک مرزا محمد کریم کے نام کی مہر ہے جس پر سن ۱۲۷۸ھ درج ہے۔ جس سے اشتباہ پیدا ہوتا ہے کہ شاید یہ بیاض صرف حاجی عبداللہ کی ملکیت نہیں رہی ہوگی بلکہ مرزا محمد کریم نامی ان کے کسی عزیز وغیرہ نے بھی اس میں منتخبات درج کیے ہوں گے۔ لیکن مرزا محمد کریم کی مہر کے ساتھ ہی ایک اور مہر باقر علی کی بھی ہے جس پر سن ۱۲۷۲ھ درج ہے جب کہ بیاض کے مندرجات ۱۲۷۲ھ سے ۱۲۷۸ھ تک کے عرصے پر محیط ہیں۔ اس لیے باقر علی نامی شخص کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ ان کا اس بیاض سے کیا تعلق ہے۔ خصوصاً اس حوالے سے بھی کہ بیاض میں کوئی ایسی داخلی شہادت موجود نہیں جس کی بناء پر یہ کہا جائے کہ یہ بیاض باقر علی کی ملکیت بھی رہی ہوگی۔ جبکہ مرزا محمد کریم کی ملکیت اس بات سے ثابت ہوتی ہے کہ بیاض میں آخری اندراج کا سن ۱۲۷۸ھ درج ہے اور مرزا محمد کریم کے نام کے ساتھ بھی یہی سن لکھا ہوا ہے جس کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے آغاز میں یہ بیاض حاجی عبداللہ کی ملکیت رہی ہوگی لیکن بعد میں مرزا محمد کریم کی دسترس میں آ گئی ہوگی۔

باقر علی کے نام کی مہر سے تاریخی طور پر یہ ضرور محسوس ہوتا ہے کہ شاید یہ بیاض پہلے باقر علی ہی کی ملکیت ہو لیکن اگر ایسا ہوتا تو پھر یہ کیوں کر ممکن تھا کہ بیاض میں ۱۲۷۳ھ سے ۱۲۷۵ھ تک کوئی اندراج نہ ہوا ہوتا۔

بیاض کم و بیش مکمل حالت میں ہے۔ اس کے صفحات کی تعداد ۱۲۶ ہے۔ اصلاً اس کی اوراق شماری نہیں ہوئی میں نے مطالعے کی سہولت کی خاطر اس کے صفحات کا اندراج کیا ہے۔ تمام صفحات اگرچہ عمدہ حالت میں ہیں لیکن کہیں کہیں کچھ ورق کناروں سے پھٹے ہیں جنہیں جلد ساز نے مرمت کر دیا ہے۔ البتہ صفحہ ۱۳۱ درمیان سے کٹا ہوا ہے، یوں یہ ورق آدھا ہے۔

بیاج کے صفحات ۸۵ ب، ۸۶الف، ۸۷الف، ۱۰۱ب،۱۰۲الف، ۱۰۵ب، ۱۰۶الف،۱۰۹ب اور۱۱۰الف سادہ ہیں ان پر کچھ تحریر نہیں کیا گیا۔ پوری بیاض میں پانی کے نشان (water mark) اور دیمک خوردگی نہ ہونے کے برابر ہے۔

بیاض کے صفحات کا سائز "5 1/2"x10 4/5 ہے۔حوض کا سائز ہر صفحے پر یکساں نہیں۔ یہ کہیں "4 3/10"x9 3/10 اور کہیں "4 4/5"x9 1/2 ہے۔

بیاض کا مسطر تقریباً تمام مندرجات میں ترچھا ہے لیکن تقریباً ہر مرثیے کے بند کا آخری شعر سیدھی سطروں میں لکھا گیا ہے۔ورق کی جفت صفحے کی رکاب میں آئندہ صفحے کے لیے ترک موجود نہیں ہے۔ جدول، حاشیہ،لوح اور گل کاری کا اہتمام بھی نہیں کیا گیا۔

بیاض کے صفحات انگریزی کاغذ کے ہیں جس کا رنگ بھورا سیاہی مائل ہے۔مندرجات کے لیے سیاہ روشنائی استعمال کی گئی ہے لیکن چند ایک مرثیوں کے آغاز میں مرثیہ نویس کا نام اور مرثیہ کے بندوں کے نمبر سرخ روشنائی سے تحریر کیے گئے ہیں۔

بیاض خط نستعلیق (شکستہ) میں خوش خط لکھی گئی ہے۔مختلف مندرجات فارسی اور اردو میں ہیں۔ بیاض میں مختلف شعرا کا منتخب کلام درج کیا گیا ہے جس میں زیادہ تعداد مراثی کی ہے لیکن غزلیات بھی خاصی تعداد میں ہیں۔

جن شعرا کا کلام بیاض میں محفوظ کیا گیا ہے ان میں میر انیسؔ، مرزا دبیرؔ، میر خلیق اور فصیح کے مراثی اور نوحے وغیرہ شامل ہیں۔ جب کہ آتشؔ، غلام محمد ضامنؔ، صبا، خاکسارؔ، نیازؔ، بادشاہ، آصف، میر درد، سودا، عاجزؔ، رمضان علی، ناسخؔ، سراجؔ، بہادر شاہ ظفر، عشقؔ، مومن اور سجادؔ کی غزلیات درج ہیں۔قدسی، شمس تبریز اور شرف علی بوقلندر کی فارسی غزلیات تحریر کی گئی ہے۔

اس بیاض میں جو ترقیمے نظر آتے ہیں ان سے پتا چلتا ہے کہ بیاض کے مندرجات ۱۲۷۵ھ سے ۱۲۷۸ھ تک تحریر کیے گئے ہیں۔آخری ترقیمہ ۷ ربیع الاول ۱۲۷۸ھ کا ہے۔

مختلف صفحات پر اشعار کی تعداد مختلف ہے جو اوسطاً چودہ اشعار فی صفحہ بنتی ہے۔

بیاض کے صفحہ ۱۰۳الف، ۱۱۶الف، ۱۱۹ب، ۱۲۰الف، ۱۲۱ب اور ۱۲۲الف پر بہادر شاہ ظفرؔ کی آٹھ غزلیات درج ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ ع کیا کہوں دل مائل زلفِ دوتا کیونکر ہوا

۲۔ ع کسی نے اس کو سمجھایا تو ہوتا

۳۔ ع جو کہ سینے میں ہے داغِ دلِ سوزاں کی تپش

۴۔ ع ساقی نہ دکھا بزم میں تو جام کی گردش

۵۔ ع جلایا آپ ہم نے ضبط کر کر آہِ سوزاں کو

۶۔ ع کون نگر سے آئے ہم اور کون نگر میں باسے ہیں

۷۔ ع تری جو پازیب وسر کا جھومر زمیں پہ گوہر فلک پہ اختر

۸۔ ع کیا ہوا مجھ سے کشیدہ ہے وہ گر آپ سے آپ

یہی وہ منتخب آٹھ غزلیں ہیں جن کا موازنہ بہادر شاہ ظفر کے مطبوعہ دیوان (سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور) سے مطلوب ہے۔

غزل نمبر۱ ع کیا کہوں دل مائل زلفِ دوتا کیونکر ہوا، کے بیاض میں صرف پانچ اشعار ہیں جبکہ دیوانِ ظفر میں اس غزل کے نو اشعار ہیں۔ جو زائد اشعار بیاض میں موجود نہیں وہ یہ ہیں:

دیدۂ حیراں ہمارا تھا تمھارے زیرِ پا
ہم کو حیرت ہے کہ پیدا نقش پا کیونکر ہوا

خاکساری کیا عجب کھوئے اگر دل کا غبار
خاک سے دیکھو کہ آئینہ صفا کیونکر ہوا
جن کو یکتائی کا دعویٰ تھا وہ مثلِ آئینہ
ان کو حیرت ہے کہ پیدا دوسرا کیونکر ہوا
تیرے دانتوں کے تصوّر سے نہ تھا گر آب دار
جو بہا آنسو وہ درِّ بے بہا کیونکر ہوا

غزل نمبر۵ ع جلایا آپ ہم نے ضبط کر کر آہِ سوزاں کو، کے بیاض میں نو اشعار ہیں جب کہ بہادر شاہ ظفر کے دیوان میں اس غزل کے اشعار کی تعداد سات ہے۔ اس غزل میں بیاض اور مطبوعہ دیوان کے مشترک اشعار کی تعداد چھ ہے۔ مطبوعہ دیوان میں ایک شعر ایسا ہے جو بیاض میں درج غزل میں موجود نہیں جب کہ بیاض مذکورہ کی غزل کے تین اشعار ایسے ہیں جو مطبوعہ دیوان میں شامل نہیں۔ یوں دیکھا جائے تو دیوان میں شامل یہ سات اشعار کی غزل دراصل دس اشعار پر مشتمل ہے۔ ذیل میں ان اشعار کی تفصیل درج کی جاتی ہے۔ سب سے پہلے مطبوعہ دیوان میں شامل مذکورہ غزل کا وہ شعر جو بیاض میں موجود نہیں ہے۔

تجھے دل دے کے میں اے کافرِ بے مہر کھو بیٹھا
خرد کو ہوش کو طاقت کو جی کو دین و ایماں کو

جبکہ درج ذیل اشعار بیاض مذکورہ میں شامل غزل میں موجود ہیں لیکن مطبوعہ دیوان بہادر شاہ ظفر میں نہیں ہیں۔

تیرے اندام و روئی و قد و زلف و خط سے ہے خجلت
سمن کو ارغواں کو سرو کو سنبل کو ریحاں کو
تیرے دندان و لب نے کر دیا بے قدر عالم میں
گہر کو لعل کو یاقوت کو ہیرے کو مرجاں کو
لڑا کر آنکھ اس سے ہم نے دشمن کر لیا اپنا
نگہ کو ناز کو انداز کو ابرو کو مژگاں کو

یہ تو اشعار کی تعداد کے اختلافات تھے۔ لیکن بیاض مذکورہ میں بہادر شاہ ظفر کی ایک غزل ایسی بھی درج ہے جو بہادر شاہ ظفر کے کلیات کی چاروں جلدوں میں موجود نہیں ہے۔ یہ بیان ظفر کے سنگ میل پبلی کیشنز لاہور کے مطبوعہ دیوان کی حد تک ہے کیوں کہ دورانِ تحقیق بہادر شاہ ظفر کا کوئی اور مطبوعہ دیوان میسر نہیں آ سکا۔ اگر ظفؔر کا کوئی اور مطبوعہ دیوان میسّر آ جاتا تو زیادہ یقین سے کہا جا سکتا تھا کہ یہ ایک نو دریافت غزل ہے لیکن اس کے باوجود صرف سنگ میل پبلی کیشنز لاہور کے مطبوعہ دیوان پر انحصار کر کے بھی یہ قیاس ممکن ہے کیونکہ چار جلدوں میں یہ ایک ضخیم دیوان ہے۔

مذکورہ غزل (نمبر ۶) بیاض کے صفحہ ۱۲۰ الف پر تحریر ہے۔ اس غزل کے سات اشعار ہیں اور یہ ہندی وزن پنگل میں ہے۔ اس وزن اور بحر کا استعمال اردو میں بے شمار شاعروں نے کیا ہے لیکن جس خوب صورتی سے اسے میر تقی میؔر نے برتا ہے اس کی بنا پر شمس الرحمٰن فاروقی نے اپنی کتاب ''شعر شور انگیز'' میں اسے بحرِ میؔر قرار دیا ہے۔ یہ بحر نہایت رواں دواں اور موسیقیت سے بھرپور ہے اور ان دونوں خصوصیات کی مذکورہ غزل میں بھی کمی نہیں۔ مثلاً یہ مصرعے دیکھیے:

ع کیسا ملک ہے کیسا رو یا کیسی چال اور کیسی ڈھال

یا

ع دیس نیا ہے بھیس نیا ہے رنگ نیا ہے ڈھنگ نیا ہے

لیکن جہاں جہاں **مستعمل** لفظ استعمال نہیں کیے گئے وہاں پڑھنے میں دشواری پیش آتی ہے۔ مثلاً:

ع کیا کیا پھلون دیکھے ہم نے پھلّی اس پھلواری میں

لیکن کوئی روانی یہاں بھی قائم ہے۔

بیاض میں شامل بہادر شاہ ظفر کی غزل نمبر ٦ کی عکسی نقل جو بہادر شاہ ظفر کے مطبوعہ دیوان میں موجود نہیں ہے۔

اس غزل میں املا کے وہی مسائل ہیں جو قدیم املا کے تھے اور آگے چل کر تمام غزلوں کی املا کے حوالے سے زیر بحث آئیں گے۔ لیکن اصل مسئلہ اس کے قافیہ میں پیدا ہوا ہے کہ شاعر نے اس میں ''یائے مجہول'' بڑھا کر لفظوں کی جو شکلیں بنائی ہیں کیا وہ کسی مقامی بولی کی ذیل میں آتی ہیں یا محض شاعر کا ایک تجربہ ہیں۔ مثلاً باس سے باسے اور ہراس سے ہراسے وغیرہ بنا لیا گیا ہے۔ ہم اسے پہلے آج کی املا کے مطابق صاف کر کے لکھتے ہیں پھر اس کے کچھ الفاظ سے بحث کی جائے گی۔

کون نگر سے آئے ہم اور کون نگر میں باسے[1] ہیں
جائیں گے پھر کون نگر کو ہوتے من میں ہراسے[2] ہیں

کیسا ملک ہے کیسا رویا کیسی چال اور کیسی ڈھال
یا ہی من کو اندیشے ہیں اور یا ہی جی کو ساسے[3] ہیں

دیس نیا ہے بھیس نیا ہے رنگ نیا ہے ڈھنگ نیا ہے
کون انند گرے[4] ہیں وہاں اور رہتے کون اداسے[5] ہیں

کیا کیا پھلون[6] دیکھے ہم نے پُھلی اس پھلواری میں
یہ جو پھلّی اس میں پُھلون اور ہی ان میں یاسے[7] ہیں

باؤ بندی[8] سب ہے یہاں کی وہاں کی ہے کچھ اور ہوا
کوئی جتاوے ہے ان کو جو لڑتے لوگ ہواسے ہیں

دنیا ہے ایک رین بسیرا بہت گئی رہی تھوڑی
ان سے کہدو سو نا جاویں نیند میں جو نندا سے[9] ہیں

ہے یہ جیونا[10] برا اسی سے تو ہے کفر کے پھندے میں
دنیا کے جو ناتے رشتے لیتے ساتھ تلاسے[11] ہیں

ذیل میں نشان زد الفاظ کے معنی درج کرنے کی کوشش کرتے ہیں یہ معنی اشعار میں ان لفظوں کے استعمال سے قیاسی طور پر اخذ کیے گئے ہیں کیوں کہ ان میں سے اکثر الفاظ لغات میں بعینہٖ موجود نہیں ہیں۔

[1] بستے ہیں، رہتے ہیں
[2] خوف، ڈر، اندیشے
[3] فکر، دھڑکے
[4] سُکھی
[5] غم زدہ، دکھی
[6] پھول، نظارے
[7] 'یاسے'، ممکن ہے یہ لفظ 'یاسا' سے بنایا گیا ہو جو ترکی الاصل ہے اور جس کے معنی فرمان، اعلان وغیرہ ہیں۔
[8] ہوائی باتیں، خیال باطل، دھوکا
[9] خواب آلودہ، نیند میں
[10] جینا، جیون، زندگی
[11] کذا

بیاض میں شامل منتخب غزلیات بہادر شاہ ظفر کا جائزہ لینے سے زبان و املا کے کچھ اختلافات کے ساتھ ساتھ کہیں کہیں غلط

نگاری کی مثالیں بھی سامنے آتی ہیں۔ان سب کا مختصر بیان درج ذیل ہے۔

۱۔ غلط نگاری کے سلسلے میں پہلی مثال صفحہ ۱۰۳الف پر درج غزل کے تیسرے شعر کے دوسرے مصرع میں نظر آتی ہے۔یہ مصرع یوں تحریر ہے

ع تم اتنا بھی نہ پوچھا کہا ہوا کیونکر ہوا

جبکہ مصرع یوں ہونا چاہیے:

ع تم نے اتنا بھی نہ پوچھا کیا ہوا کیونکر ہوا

لفظ 'نے' یقیناً سہو کاتب کا نتیجہ ہے لیکن اس سے مصرع بحر سے خارج ہو گیا ہے۔

۲۔ شاعر بعض اوقات وزن کی خاطر بعض لفظ تخفیف کے ساتھ استعمال کرتا ہے مثلاً میرا(مرا)، خاموشی (خموشی)، یہاں (یاں) وغیرہ۔مذکورہ بیاض میں شامل بہادر شاہ ظفر کی غزلیات میں ایسے الفاظ کو مختصر کر کے نہیں لکھا گیا۔مثلاً

ع کوئی 'یہاں' تک اسے لایا تو ہوتا

ع ظفر 'ایک' روز سلجھایا تو ہوتا

ان مصرعوں میں 'یہاں' کے بجائے 'یاں' اور 'ایک' کے بجائے 'اک' کا محل ہے کیوں کہ یہ لفظ مختصر صورت میں نظم ہوئے ہیں اور زائد حرف کو شامل کرنے سے مصرعے بحر سے خارج ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح غزل نمبر ۴ کے تیسرے شعر کے دو مصرعوں میں ردیف کے طور پر آنے والا لفظ ''کی'' سہو کتابت سے رہ گیا ہے۔

۳۔ نون اور نون غنہ کے فرق کو ملحوظ نہیں رکھا گیا حتیٰ کہ لفظ کے آخر میں آنے والے نون غنہ کو بھی باقاعدہ نقطہ دیا گیا ہے مثلاً

ع جلایا آپ ہم نے ضبط کر کر آہِ سوزان کو

اس پوری غزل کے قافیوں، حرماں، ریحاں، پیکاں، مرجاں، بستاں اور غلماں میں بدستور نون غنہ میں نقطہ لگایا گیا ہے۔

۴۔ کہیں کہیں مد کا نشان حذف کر دیا گیا ہے جس سے پڑھنے میں دقت پیش آتی ہے مثلاً

ع وہ چلے 'اوینگے' سیدھے میرے گھر آپ سے آپ

ع اس دل 'ازار' کا کیا جانیے ہے خوف مجھے

۵۔ قدیم املا میں اعراب بالحروف کے طور پر 'واؤ' لکھا جاتا تھا جسے جدید املا کے تحت حذف کر کے ضرورت کے مطابق پیش لگا دیا جاتا ہے لیکن مذکورہ غزلیات میں املا کی روشِ قدیم کے مطابق اعراب بالحروف کا استعمال کیا گیا ہے۔مثلاً اونکا (ان کا)، اوسکو (اس کو)، اوٹھا (اٹھا) وغیرہ۔لیکن چونکہ بیاض مذکورہ کے تحریر کیے جانے کے زمانے تک 'واؤ' کے بدلے فارسی پیش کا استعمال بھی ہونے لگا تھا یہی وجہ ہے کہ ان غزلیات میں اعراب بالحروف کے بجائے کہیں پیش کا استعمال بھی ہوا ہے۔مثلاً

ع ان سے کہد و سونا جاویں نیند میں جو نندا سے ہیں

ع اس دل آزار کا کیا جانیے ہے خوف مجھے

۶۔ املا میں بہت سے لفظوں میں اختلافِ نگارش نے راہ پالی ہے۔یہ مختلف نگاری بعض اوقات انفرادی پسندیدگی کا نتیجہ ہوتی ہے جیسے مرزا غالب کے نزدیک 'پاؤں' کا املا 'پانو' درست تھا۔زیر بحث غزلیات سے بھی اس کی مثال دی جاسکتی ہے۔مثلاً صفحہ ۱۱۸الف پر درج غزل کی ردیف میں لفظ 'تپش' کو مسلسل 'طپش' لکھا گیا ہے۔

۷۔ صاحبِ بیاض نے ان غزلیات میں کئی لفظ ملا کر لکھے ہیں، یہ بھی املا کی روش قدیم کا شاخسانہ ہے۔ مثلاً جسکو (جس کو)، ہمپر (ہم پر)، اونکا (ان کا)، نپہو چا (نہ پوچھا)، تجہسے (تجھ سے)، دلمیں (دل میں)، نہو (نہ ہو)، ابتلک (اب تلک)، آنکہونکی (آنکھوں کی)، حسرتکو (حسرت کو)، ہاتہونسی (ہاتھوں سے)، ہیریکو (ہیرے کو)، پریکو (پری کو)، اشکونکا (اشکوں کا)، اوینگی (آویں گے)، بیخبر (بے خبر)، تجہکو (تجھ کو) وغیرہ۔

۸۔ یائے معروف ومجہول میں کوئی فرق روانہیں رکھا گیا بلکہ یائے معروف ومجہول کے لکھنے میں تلفظ سے زیادہ خوش خطی اور کاغذ پر باقی ماندہ جگہ کا خیال رکھا گیا ہے۔ یہ روش بھی قدیم املا میں اتنی ہے کہ بعض لفظ پڑھنے اور تذکیر و تانیث کے تعین میں دشواری پیدا ہوتی ہے۔ صاحبِ بیاض نے بھی اسی روش کو روا رکھا ہے، مثلاً اوسی (اسے)، ای (اے)، سینی (سینے)، مجہی (مجھے)، میری (میرے)، بگولی (بگولے)، گے (گی)، سیدہی (سیدھے)، کے (کی) وغیرہ۔

۹۔ ہائے مخلوط (ھ) کی صورت نگاری میں بھی امتیاز ملحوظ نہیں رکھا گیا مثلاً
بہلا (بھلا)، بہی (بھی)، پہرتے (پھرتے)، مجہی (مجھے)، ساتہہ (ساتھ) وغیرہ۔

حوالہ جات

۱۔ خطی بیاض مملوکہ ڈاکٹر گوہر نوشاہی، اسلام آباد

۲۔ ''اردو میں اصول تحقیق''، مرتبہ ڈاکٹر سلطانہ بخش، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، طبع دوم، ستمبر ۱۹۸۹ء۔

۳۔ ''کلیات ظفر'' ابوالظفر سراج الدین بہادر شاہ، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۴ء

۴۔ نذیر احمد (ڈاکٹر)، ''تحقیق وتصحیح متن کے مسائل''، مشمولہ ''اردو میں اصول تحقیق''، مرتبہ ڈاکٹر سلطانہ بخش، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، طبع دوم، ستمبر ۱۹۸۹ء، ص ۳۲۶۔